ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

سید رفیق حسین کے افسانوں میں جانوروں کی نفسیات

1.Syed Muhammad Daim Hassan,
Mphil Scholar, Oriental College Punjab University Old Campus Lahore ,
syeddaim271@gmail.com
2.Syed Muhammad Saim Hassan,
Govt Taleem ulIslam Graduate CollegeChenab Nagar
3.Dr.Mamuna Subhani,
Department of Urdu Government College University Faisalabad

.سید محمد دائم حسن،ایم فل سکالر شعبہ اردو اورینٹل کالج یونیورسٹی آف پنجاب اولڈ کیمپس لاہور.

.سید محمد صائم حسن، گورنمنٹ تعلیم الاسلام گریجویٹ کالج چناب نگر

.ڈاکٹر میمونہ سبحانی، شعبہ اردو گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد.

Abstract

Rafiq Hussain is a lesser known but very important and unique name of Urdu fiction. He took an individual path in the field of fiction. Therefore, he cannot be called a fiction writer of any one movement or trend. Rafique Hussain kept the subject of all his fiction related to understanding the life and psychology of animals. The psychology and habits of animal wildlife have been closely observed in your fiction, it is not found in Urdu fiction before. It seems that the fiction writer is a zoologist. In this article, after an analytical study of this dominant aspect of fiction writer, it has been concluded that Rafiq Hussain is a successful fiction writer in terms of understanding animal habits, psychology and their meaningful relationship with human life.The formalities of fiction have also been used along with the sciences of psychology for the interpretation and interpretation of this topic. Rafique Hussain has only one collection of fiction, yet each of his fiction brings out some individual aspect of the biological life of animals. Such a diverse and meaningful presentation of animals to the fiction writer proves him to be a successful and unique fiction writer of his kind.

Key words :short story ,Animals , psychology, Qualitative,wild life

بیسویں صدی انقلابات کی صدی ہے اور جب مشینی دور نے انسان کے فرصت کے لمحات میں کمی کر دی تو ایک صنف ادب نے زور پکڑا جسے اردو افسانہ کا نام دیا گیا۔اردو شاعری میں جو مقام اردو نظم کو حاصل ہے وہی مقام اردو فکشن میں افسانے کو حاصل ہے۔عام طور پر افسانے میں انسانی زندگی کے مسائل اور موضوعات کو پیش کیا گیا۔ابتدا میں افسانہ انسانی زندگی کے مسائل کو بیان کرتا رہا لیکن دیکھتے ہی دیکھتے اس صنف ادب نے اتنی ترقی کر لی کہ اس کے موضوعات میں تنوع آتا گیا اور عہد بہ عہد رونما ہوتی مغربی تحریکوں کے اثرات افسانے پر مرتب ہوتے گئے ۔ جن میں رومانویت، ترقی پسندی، ماکسزم، علامت پسندی، وغیرہ شامل ہیں۔انھیں تحریکات اور رجحانات کے تحت لکھنے والوں میں سجاد حیدر یلدرم ،پریم چند، علی عباس حسینی، سعادت حسن منٹو، کرشن چندر، راجندر سنگھ بیدی، عصمت چغتائی، غلام عباس، احمد ندیم قاسمی، حیات اللہ انصاری، جیلانی بانو، انتظار حسین ،قراۃ العین حیدر شامل ہیں۔ان کے افسانوں نے نہ صرف ادب پر بلکہ انسانی زندگی پر بھی گہرے اثرات مرتب کیے۔اردو افسانے میں جہاں انسانی زندگی کو موضوع بنایا گیا وہیں

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

ہمارے سامنے ایک ایسا بھی افسانہ نگار موجود ہے جس نے اپنے افسانے میں جانوروں کی نفسیات، عادات وخصائل کو موضوع بنایا اور اپنے افسانوں میں جانوروں کے مسائل کو بیان کیا، میری مراد سید رفیق حسین[1] ہیں۔

رفیق حسین نے اردو افسانے میں جانوروں کے احساسات پر باضابطہ طور پر لکھا ہے۔ ان کے افسانوں کے مرکزی کردار جانور ہیں۔ یہ کردار دوسرے افسانوں کی طرح رسمی اور نہ ہی تمثیلی ہیں بلکہ ان کے افسانوں میں جانور ایک مرکزی کردار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اردو افسانے میں ایسے افسانہ نگار موجود ہیں جنھوں نے جانوروں کو بطور ضمنی کردار پیش کیا جن میں سجاد حیدر یلدرم، فضل الرحمان، اوبندر ناتھ اشک، انتظار حسین اور اشفاق احمد شامل ہیں لیکن ان کے افسانوں میں جانور باقاعدہ مرکزی کردار کی صورت اختیار نہیں کرتے جس طرح رفیق حسین کے ہاں ہیں۔ اسی وجہ سے ڈاکٹر جمیل جالبی نے رفیق حسین کو بجا طور پر ایک منفرد افسانہ نگار قرار دیا[2] اور ڈاکٹر انوار احمد انھیں اردو افسانے کا اکلوتا قرار دیا[3]۔

رفیق حسین جس دور میں لکھ رہے تھے، وہ دور اصلاح پسندی کا دور تھا۔ اس دور میں انسانی مسائل کو افسانے کا موضوع بنایا جاتا تھا۔ تاہم رفیق حسین بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکے مگر انھوں نے اپنے لیے ایک نئے راستے کا انتخاب کیا جس پر چلتے ہوئے انھوں نے انسانی زندگی کو حیوانی زندگی کے پہلوؤں سے ملا کر ایک منفرد تخلیقی تجربہ کیا۔ رفیق حسین کا شعبہ ملازمت انجینئرنگ تھا۔ اور ملازمت کے ہی سلسلے میں انھیں کافی عرصہ ترائی کے جنگلوں میں رہنے کا موقع ملا۔ اسی وجہ سے انھوں نے جنگل کی زندگی کو بہت قریب سے دیکھا اور انھیں جانوروں کی عادات وخصائل، نفسیات کا مشاہدہ کرنے کا موقع ملا۔ وہ جنگلوں میں شکار بھی کیا کرتے تھے۔ جنگلوں اور شکار سے دلچسپی نے رفیق حسین کو جانوروں کے قریب کر دیا اور انھوں نے جس موضوع کا انتخاب کیا اس کے لیے گہرے مشاہدے کی ضرورت تھی۔ انھوں نے جانوروں کی عادات وخصائل، نفسیات تک رسائی حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کی اور کافی حد تک اپنے موضوع کا حق ادا کیا۔ ۱۹۴۴ء میں رفیق حسین کا آٹھ افسانوں کا مجموعہ آئینہ حیرت کے عنوان سے شائع ہوا۔ ان آٹھوں افسانوں کا مرکزی کردار جانور ہیں۔ ان کا پہلا افسانہ "کفارہ" ہے۔ جو ساقی کے شمارے میں ۱۹۴۰ء[4] میں شائع ہوا۔ اس کے بعد ساقی میں ہی ان کے دیگر افسانے اور مضامین شائع ہوتے رہے۔ افسانوی مجموعہ آئینہ حیرت ۱۹۴۴ء میں ساقی بک ڈپو سے شائع ہوا۔ جس کے مرکزی کردار جانور ہیں ان افسانوں میں کفارہ، کلوا، بیرو، گوری ہو گوری، آئینہ حیرت، ہر فرعونے را موسیٰ، شیریں فرہاد اور بے زبان شامل ہیں۔ رفیق حسین نے باقی مضامین بھی لکھے لیکن ان کی اصل پہچان یہی آئینہ حیرت ہے جس میں انھوں نے جانوروں کا ذکر بطور خاص پیش کیا۔ جن جانوروں کو اپنے افسانے کا موضوع بنایا گیا ان میں شیر، کتا، نیل گائے، بندریا، ہاتھی، بلی اور گھوڑا وغیرہ شامل ہیں۔ رفیق حسین نے مذکورہ جانوروں کی ہیئتوں، اداؤں، جبلتوں، عادات وخصائل، اور جذبات ونفسیات کو خوب صورت انداز میں پیش کیا۔ جانوروں کی خاص نفسیات کا ذکر کر کے رفیق حسین نے جانوروں سے محبت کا ثبوت پیش کیا ہے۔ حیوانات ہمیشہ سے انسان کے ساتھی رہے ہیں۔ جنگل سے نکل کر انسان نے شہر کو بسا لیا اور جانوروں سے دور ہو گیا۔ رفیق حسین نے اس کمی کو محسوس کرتے ہوئے اپنے افسانوں میں حیوانات اور انسانوں کے کردار شامل کر کے اردو افسانے میں انسان اور جانور کے تعلق کو واضح کیا۔ ان افسانوں میں جانوروں کی نفسیات کو بطور خاص پیش کیا ہے جو رفیق حسین کے گہرے مشاہدے کا ثبوت فراہم کرتے ہیں۔ شیر ایک ایسا جانور ہے جسے بہادری کی علامت کے طور پر جانا جاتا ہے۔ پرانے زمانے میں شیروں سے میدان میں مقابلہ کر کے لوگ اپنی بہادری کا ثبوت دیتے تھے۔ شیر کو جنگل کا بادشاہ بھی کہا جاتا ہے۔ آئینہ حیرت میں شامل رفیق حسین کا پہلا افسانہ "کفارہ" شیر کے کردار کو پیش کرتا ہے۔ اس افسانے میں رفیق حسین نے شیروں کی نفسیات کے حوالے سے جو بات کرنے کی کوشش کی ہے وہ بہت اہمیت کی حامل ہے۔ شیر جنگل کا بادشاہ ہے۔ اور جنگل کے کچھ قوانین ہیں جن پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اگر ان کو توڑا جائے تو کڑی سزا ملتی ہے۔ شیرنی نے انسان کو قتل کر کے فعل حرام کیا تھا جس کی وجہ سے شیر اسے چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ رفیق حسین کے مطابق "جنگل کے جانور انسان سے اس قدر ڈرتے ہیں گویا انسان کا مارنا ان کو حرام ہے۔"[5]

رفیق حسین کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے شیر جیسے خطرناک جانور کو بڑے قریب سے دیکھا اور اس کی حرکات ونفسیات کو اپنے قلم سے اس طرح پیش کیا ہے کہ گویا یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ شیروں سے بہت دلچسپی رکھتے تھے۔ شیر کا تحمل کے ساتھ چلنا، مادہ کا حمل کے دوران چڑچڑاپن، شیر کا دوسرے جانوروں کے سامنے اترا کر چلنا، الغرض تمام حرکات وسکنات رفیق حسین کے گہرے مشاہدے سے تعلق رکھتی ہیں۔ شیر کی حرکات کو انھوں نے بہت قریب سے محسوس کیا ہے۔ شیر انسان سے ڈرتا نہیں ہے لیکن وہ جنگل کے قانون سے واقف ہے اس بابت وہ خود لکھتے ہیں:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

"ایک دفعہ مجھے ایک چاندر میں تازہ مرا ہوا سانبھر ملا، سینگ بہت اچھے تھے میں اور میرا ملازم سر کاٹنے کے واسطے اس پر جھکے، آٹھ نو فٹ کے فاصلے سے شیر نے غرا کر ڈانٹا اور حملہ تب بھی نہ کیا، اصلیت یہ ہے کہ دہلی اور بمبئی کی سڑکوں سے کہیں زیادہ محفوظ جنگل میں پھرنا ہے" (6)

رفیق حسین اس افسانے میں جو بات سمجھانا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ شیر ایک طاقت ور درندہ ہے، جو کسی کو اپنے مقابلے میں برداشت نہیں کرتا ماہرین حیوانات انسانوں کو شیر سے دور رہنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ جس طرح انسان شیر کا شکار کر کے خود کو بہادر ثابت کرتے ہیں لیکن قدرت کے قانون میں کسی جانور کو ناحق مارنا قانون کی خلاف ورزی ہے ۔اور یہ ان کی بزدلی کو ظاہر کرتا ہے کہ ایسے جانور کو مارنا بہادری نہیں جس نے آپ کو نقصان نہ پہنچایا ہو۔اسی طرح شیروں میں احساس بہادری ہوتا ہے۔اور وہ انسان کو مارنا اپنی بہادری سمجھ لیتے ہیں لیکن یہ جنگل کے قانون کے خلاف ہے۔افسانہ کفارہ میں مکافات عمل دکھایا گیا ہے۔بہاری ناحق کسی انسان کا قتل کر کے قدرت کے قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے ۔لیکن آخر میں خود شیرنی کا لقمہ بن جاتا ہے۔شیرنی انسان کی جان لے کر جنگل کے قانون کی خلاف ورزی کرتی ہے۔اور اپنے انجام کو پہنچ جاتی ہے۔رفیق حسین نے جو شیروں کے مشاہدے سے جو بات سمجھانے کی کوشش کی ہے۔اس کے مطابق شیر اول کسی کو کچھ نہیں کہتا اگر انسان چاہے تو شیروں سے دوستی بھی کر سکتا ہے مگر کسی شیر کو انسان کے خون کی لت لگ جائے تو وہ انسانی خون کی صفت سے بورایا ہو جاتا ہے۔اور اس سے بہتر ہے شیروں سے احتیاط کی جائے۔رفیق حسین نے جو مکافات عمل کا پہلو اپنے افسانے میں پیش کیا ہے ۔اسے آخر میں ننھے شیر کی قید سے تعبیر کیا ہے کہ جو سلاخوں کے پیچھے یہ سوچ رہا ہے کہ یہ دنیا کن گناہوں کا کفارہ ہے۔

کتا ایک ایسا جانور ہے۔جو اپنی وفاداری کی وجہ سے جانا جاتا ہے۔رفیق حسین نے جس افسانے میں کتے کو مرکزی کردار کے طور پر پیش کیا ہے۔وہ ان کے افسانوی مجموعے کا دوسرا افسانہ کلوا ہے۔ رفیق حسین نے اس افسانے میں کتے کی محبت اور وفاداری کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور وہ اس کوشش میں کافی حد تک کامیاب نظر آتے ہیں ماہرین حیوانات کتے کے متعلق بتاتے ہیں کہ :

"کتا بڑا صابر اور وفادار جانور ہے کتے میں کسی چلنے والے کے نشانات پا کو پہچاننے اور بو سونگھنے کی جو خاصیت پائی جاتی ہے وہ کسی دوسرے جانور میں نہیں پائی جاتی۔" (7)

رفیق حسین نے اس افسانے میں کتے کی اس خاصیت کو پیش کیا ہے۔کلوا نامی کتا چندو کی بو پہچان کر اس کا پیچھا کرتا ہے۔اس کے گھر تک پہنچ جاتا ہے۔اسی طرح وہ منن کی بو بھی پہچان لیتا ہے۔کتا اپنے مالک کا بڑا احسان مند ہوتا ہے۔اس کی طبیعت میں مالک کے لیے ہمیشہ عاجزی کے جذبات ہوتے ہیں۔کلوا کو کبھی کبھی منن مارتا بھی ہے مگر وہ پھر بھی اس سے محبت کا اظہار کرتا ہے۔یہاں بھی رفیق حسین نے کتے کی محبت والی خاصیت کو پیش کیا ہے۔افسانے میں کتوں کے متعلق جاگیر کی تقسیم کے حوالے سے جو کچھ لکھا گیا ہے۔وہ رفیق حسین کے مشاہدے کا منہ بولتا ثبوت ہے وہ کتوں کی خاص نفسیات سے واقف معلوم ہوتے ہیں۔اس افسانے کا آخر بھی رفیق حسین نے کتے کی لازوال محبت پر کیا ہے۔کلوا منن کی جان بچاتے ہوئے اپنی جان گنوا بیٹھتا ہے۔رفیق حسین یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کتا چاہے گلی کا آوارہ ہی کیوں نہ ہو وہ انسان کے احسان کا بدلا ضرور عطا کرتا ہے۔ لیکن اس کے نزدیک یہ احسان نہیں بلکہ مالک سے وفاداری ہوتی ہے اس وفاداری کو نبھاتے ہوئے وہ حد سے زیادہ کوشش کرتا ہے اور بعض اوقات جان کا نذرانہ بھی پیش کر دیتا ہے۔

نیل گائے ایشیا کا سب سے بڑا ہرن ہے۔اور پورے برصغیر شمالی ہند میں پایا جاتا ہے۔یہ ایک مضبوط پتلی ٹانگوں والا ہرن ہوتا ہے۔اپنے جنسی خاندان میں یہ اکلوتا ہے نیل گائے زیادہ تر چھوٹی جھاڑیوں اور بکھرے ہوئے درختوں والے علاقوں میں رہنا پسند کرتے ہیں۔رفیق حسین کا تیسرا افسانہ "بیرو" اسی جانور کے عشقیہ جنون کے بارے میں ہے۔ رفیق حسین کا یہ افسانہ اپنی نوعیت کا منفرد افسانہ ہے۔اس میں نہ صرف نیل گائے کا ذکر ہے بلکہ دوسرے ضمنی کرداروں کے ذریعے انھوں نے باقی جانوروں کی نفسیات کا بھی جائزہ لیا ہے۔ترائی کے جنگلوں میں پھرنے سے رفیق حسین نے نیل گائے کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔نیل گائے کی حرکات و سکنات سے افسانہ نگار خوب واقف نظر آتے ہیں۔نیل گائے کا خود کو اکیلا محسوس کرنا اور اس تنہائی پر افسوس کرنا اس کی نفسیاتی الجھنوں کا سبب بنتے ہیں۔جوگی کا اس سے جدا ہونا بھی پریشانی کا سبب بنتا ہے۔رفیق حسین نے نیل گائے کے جن احساسات کا ذکر کیا ہے۔ان میں پریشانی، دکھ، محبت، غصہ، تکبر وغیرہ شامل ہیں۔رفیق حسین نیل گائے کے متعلق جو معلومات رکھتے تھے۔وہ ان کے خاص مشاہدے سے مطابقت رکھتی ہیں۔اس افسانے میں بیرو اپنے ہم جنس کو دیکھتا ہے تو اسے خوشی ہوتی ہے۔اور ساتھ میں جوش بھی پیدا ہوتا ہے۔یہ اس کی قدرتی خصلت ہے کیونکہ جنگلی جانور اکیلا

رہنا پسند نہیں کرتے انھیں قافلے میں رہنا زیادہ پسند ہوتا ہے۔مادین کو دیکھ کر بیرو میں جنسی حواس بیدار ہوتے ہیں۔جو قدرت کی طرف سے ایک خاص جبلت ہے۔بیرو پر عشق کا جنون سوار ہوتا ہے۔رفیق حسین نے عشق کو خاص حیوانی جذبہ قرار دیا ہے لکھتے ہیں :

"عشق محض حیوانی جذبہ ہے۔جیسا کہ ہر پنتالیس سے اوپر عمر کا انسان جان چکا ہو گا خواہ وہ اس قابل ہو یا نہ ہو۔"(8)

رفیق حسین کے مطابق عشق محض جنسی تعلق کا نام ہے۔جو ہر جاندار میں پایا جاتا ہے۔اسی جنسی خواہش کی وجہ سے بیرو میں فاتحانہ جذبہ پیدا ہوتا ہے۔اور وہ اپنی ہم جنس مادین پر قبضہ کرنے کی سوچتا رہتا ہے۔افسانہ نگار کے مطابق عشق حیوان اور انسان دونوں پر جنون طاری کر دیتا ہے۔بیرو افسانے میں انھوں نے اسی جنون کو بیان کیا ہے جو انسانی اور حیوانی نفسیات پر گہرا اثر کرتی ہے ۔

گائے ایک انسان دوست اور خوب صورت جانور ہے۔یہ زمانہ قدیم سے انسان کی توجہ کا مرکز رہا ہے۔ہندو مذہب میں گائے کو گئو ماتا یعنی ماں کا درجہ دیا گیا ہے۔اس وجہ سے گائے کو نہ صرف محبت بلکہ عقیدت کی نگاہ سے بھی دیکھا جاتا ہے۔مذہب اسلام میں بھی گائے کو احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔مسلمان حلال جانور کا احترام کرتے ہیں۔انھیں پاکیزہ مانتے ہیں اور ان سے اپنی ضروریات کو پورا کرتے ہیں۔گائے کے بارے میں علامہ ضمیر اختر نقوی لکھتے ہیں :

"اللہ تعالی نے قرآن مجید کی سب سے بڑی سورۃ جو ۲۸۶ آیات پر مشتمل ہے اور جو سوا دو پاروں تک پھیلی ہوئی ہے اس کا نام سورۃ بقرہ یعنی گائے رکھا ہے۔"(9)

رفیق حسین کا افسانہ "گوری ہو گوری" گائے کی صوت میں ممتا کی محبت کو بیان کرتا ہے۔ماں کی محبت ایسی لازوال محبت ہے۔جو انسانوں اور جانوروں میں یکساں پائی جاتی ہے۔ماں اپنی اولاد سے لازوال محبت کرتی ہے چاہے وہ انسان کے روپ میں ہو یا حیوان کے روپ میں۔یہ ایسی خصلت ہے جو انسان اور جانور دونوں میں موجود ہے۔رفیق حسین نے اس افسانے میں انسان کی ممتا اور جانور کی ممتا دونوں کو خوب صورت انداز میں پیش کیا ہے۔افسانے کا مرکزی کردار گوری نامی گائے ہے۔چونکہ رفق حسین ہندوستانی معاشرے میں رہتے تھے۔اس وجہ سے گائے کو بطور ماں علامت کے طور پیش کیا ہے۔ اس افسانے میں گائے ہیرو کا کردار ادا کرتی ہے جو سلاب کے بعد نہ صرف اپنے بچھڑے کو بلکہ اپنی مالکن کی بچی کو بھی بچا لاتی ہے۔

گائے میں ممتا کا جذبہ بھی زیادہ ہوتا ہے۔مویشی اور پالتو جانوروں میں ہم اکثر دیکھتے ہیں کہ یہ اپنے بچوں کی حفاظت کس قدر کرتے ہیں۔یہ عام مشاہدے کی بات ہے خصوصا گائے کے بچھڑے کے قریب جائیں یا اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کریں تو مادہ گائے غصے کا اظہار کرتی ہے۔

گوری ہو گوری رفیق حسین کا مختصر افسانہ ہے۔اس میں انھوں نے جانوروں اور انسانوں کے پیار کو بیان کیا ہے۔جس طرح انسان کو اپنے بچے پیارے ہوتے ہیں اسی طرح جانور کو بھی اپنی اولاد سے محبت ہوتی ہے۔اس افسانے میں گوری کی نہ صرف اپنے بچھڑے سے محبت کو دکھایا گیا ہے بلکہ اس کی اپنے مالک سے بھی محبت کو بھی دکھایا گیا ہے۔رفیق حسین نے جانوروں کی محبت کو انسان کی محبت کے برابر تو نہیں کیا مگر ان کے افسانے کو پڑھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ جانوروں میں ممتا کا جذبہ زیادہ محسوس کرتے ہیں۔اس کی مثال یہ ہے کہ گوری جانور ہو کر اپنے بچھڑے کی تلاش میں خود نکل پڑتی ہے بلکہ رمکلیا کو بھی بچا لاتی ہے۔جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بسنتی محض رونے پیٹنے کے کوئی پیش رفت نہیں کرتی اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ بسنتی کو دکھ نہیں ہے۔وہ اپنی بچی کی گم شدگی پر دکھی ضرور ہے مگر بے چین نہیں ہے۔جبکہ گوری کی بے چینی ہی نے اسے سیلاب زدہ بستی میں جانے پر مجبور کیا۔مجھے بذات خود یہ افسانہ بہت پسند ہے اس میں جو کچھ رفیق حسین نے بیان کیا وہ حقیقت کے قریب تر ہے۔ اس افسانے کے انسانی کردار ہندو مذہب سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کی گائے سے عقیدت کو رفیق حسین نے اسی ممتا کی محبت کو قرار دیا ہے۔گائے کی اہمیت گاوز میں بھی موجود ہے۔قدیم خیال کے مطابق گائے کے ایک سینگ پر زمین رکھی ہوئی ہے۔افسانے کے آخر میں گوری کے الفاظ "تم۔ماں آں ھ۔ہم۔ماں آں ھ "(10) انسان کے لیے معنی خیز ہیں۔

بندر ایسا جانور ہے۔جسے انسان کے مشابہ قرار دیا جاتا ہے دیکھنے میں یہ بالکل انسان نما لگتا ہے۔اس کے جسم پر بال ہوتے ہیں اور لمبی دم ہوتی ہے جو اسے انسان سے ممتاز کرتی ہے۔ بندر جنگلوں میں درختوں پر رہتے ہیں ۔بندر کے انسان کی طرح ہی دو پیر اور دو ہی ہاتھ ہوتے ہیں مگر وہ حیوان ہے۔ اس لیے چوپائے کی طرح چار پیروں پر چلتا

ہے۔بندر نہ صرف شکل سے انسان کے مشابہ بلکہ ماہرین حیوانات کے مطابق اس کی حرکات و سکنات،سوچنے کا انداز بھی انسان کے قریب قریب معلوم ہوتا ہے انسان کے وجود میں آنے کے متعلق دو طرح کے نظریات ملتے ہیں۔ ایک یہ کہ انسان کو باقی مخلوق کی طرح غیبی طاقت نے تخلیق کیا یہ عموماً مذہبی عقیدہ ہے۔اس کے ساتھ دوسرا نظریہ یہ ہےکہ انسان باقاعدہ ایک ارتقائی سفر طے کر کے اپنی موجودہ صورت میں آیا ہے۔ دوسرا نظریہ انیسویں صدی میں چارلس ڈارون نے پیش کیا تھا۔

اگرچہ انسان کی تخلیق اور وجود سے متعلق جتنے بھی نظریات ہوں اس سے انسان کی قدر و منزلت میں کوئی فرق نہیں آتا اور نہ ہی بندر کو اس سے کچھ فرق پڑتا ہے۔ بندر انسان کی نقل اتارنے کے حوالے سے بھی مشہور ہے۔

رفیق حسین نے اپنے جس افسانے میں بندر کو موضوع بنایا ہے وہ "آئینہ حیرت" ہے ۔اس افسانے کو پڑھ کر انسان واقعی حیرت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہ افسانہ طویل ہے۔ اس افسانے کا مرکزی کردار مادہ بندریا ہے ۔اس افسانے میں بھی مامتا کے جذبات کی عکاسی کی گئی ہے ۔اور انسانی خود غرضی،تکبر کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے۔اس افسانے میں رفیق حسین نے بندر کی نفسیات کو انسانی نفسیات کے قریب قریب محسوس کیا ہے۔انہوں نے بندروں کی حرکات و سکنات سے انسانی حرکات کی مشابہت کو بھی بیان کیا ہے۔یہ افسانہ طویل ہے اور اس کے چار حصے کیے گئے ہیں۔افسانہ کے آغاز میں خوب صورت منظر نگاری کی گئی ہےاور گرمی کے موسم کا ذکر کیا گیا ہے۔ افسانے میں ایک انسانی رئیس خاندان کے افراد کو بطور انسانی کردار پیش کیا گیا ہے۔

اس افسانےمیں رفیق حسین نے نہ صرف انسانی تکبر کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے بلکہ حد سے زیادہ روشن خیال طبقے،راسخ العقیدہ طبقات کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ان کے نزدیک انسان کو جانوروں سے سیکھنا چاہیے جو بغیر کسی غرض و غایت کے ایک دوسرے پر جان نثار کرتے ہیں۔رفیق حسین نے اس افسانے میں جہاں بندر کی جذبہ مامتا اور احساس کو اجاگر کیا وہیں ان کی حرکات سے بھی آگاہ کیا ہے۔بندر انسان سے چھین کر کھانا کھا لیتا ہے اس مشاہدے کو بھی اس افسانے میں پیش کیا ہے۔ آخر میں بندریا کا انسان کے بچے کو اپنا بچہ سمجھ کر لے جانا ڈارون کے نظریے کو مزید تقویت دیتا ہے کہ بندر کا بچہ اور انسان کا بچہ اس قدر مماثلت رکھتا ہے کہ وہ اسے اپنا بچہ سمجھ لیتی ہے۔ رفیق حسین نے بندر کے مزید جن احساسات کاذکر کیاہے۔محبت،احساس،غصہ،دکھ،نفرت،ڈر،بہادری وغیرہ شامل ہیں۔ اس افسانے میں رفیق حسین نے جانوروں اور انسانوں کے درمیان کی تفریق کو بھی ختم کرنے کی کوشش کی ہے۔ جانوروں کی بھی ایک دنیا ہوتی ہے جس میں وہ خوش ہوتے ہیں۔ان کی بھی نفسیاتی الجھنیں ہوتی ہیں جن کو وہ برداشت کرتے ہیں۔ ان کا بھی خاندان ہوتا ہے۔ انسان اس قدر ظالم بن چکا ہے کہ وہ جانوروں کو اپنی رعایا سمجھ کر ان پر ظلم و ستم کرتا ہے۔ ایک جابر بادشاہ کی طرح انہیں مظالم کا نشانہ بناتا ہے جس سے نہ جانے کتنے جانوروں کی زندگیاں اجیرن ہیں ۔رفیق حسین آئینہ حیرت میں رنگ،نسل،ذات،مذہب کی تفریق کو مٹا کر انسان کو انسان اور حیوان کو حیوان بنانے کا سلیقہ بتاتے ہیں۔

جنگل میں رہنے والے جانوروں میں ہاتھی بے حد طاقتور جانور ہے۔ یہ دیوقامت اور جسامت کے لحاظ سے دیگر جانوروں سے بڑا ہے۔ ہاتھی جنگل کا سب سے بڑا جانور ہے۔ ہاتھی کی اوسط عمر ستر سال ہوتی ہے مگر اس سے زیادہ سال بھی زندہ رہتے ہیں۔ قدیم زمانے میں بادشاہ ہاتھی کو بطور سواری استعمال کیا کرتے تھے۔ ہاتھی اکثر اوقات قافلے کی صورت میں گھومتے ہیں۔ یہ ایک دوسرے کو خطرات کے متعلق آگاہ کرتے رہتے ہیں۔ ہاتھی کے کان اگرچہ بڑے ہوتے ہیں مگر ان میں سننے کی صلاحیت بہت کم ہوتی ہے۔ ہاتھی کو اللہ نے لمبی سونڈ عطا کی ہے جس سے وہ ہاتھوں جیسا کام بھی لیتا ہے یعنی سونڈ کی مدد سے وہ کھانا بھی کھاتا ہے اور سونگھتا بھی ہے۔اسی بدولت اس کے سونگھنے کی صلاحیت بہت تیز ہوتی ہے۔رفیق حسین کے افسانوں میں مرکزی کردار جنگل کے مشہور جانور ہیں۔ افسانوی مجموعہ آئینہ حیرت کا چھٹا افسانہ "ہرفرعونے را موسیٰ" ہاتھی کو مرکزی کردار کے طور پر پیش کرتا ہے۔رفیق حسین جنگل کے رمز شناس معلوم ہوتے ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ انھوں نے ہاتھی کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ وہ شکار کی باریکیوں سے آگاہ ہیں۔ ہاتھی کی نفسیات ہے کہ وہ اپنے حریف کو مار کر دم لیتا ہے ۔اس افسانے میں ہاتھی کا دو جانیں لے کر غرور کے ساتھ پھرنا اس کی

حرف و سخن
HARF-O-SUKHAN
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

طاقت زعم کا ثبوت ہے مگر اس ہاتھی کا انتقام ایک بوڑھے باپ اور ماہر شکاری کے ہاتھوں ہوتا ہے۔ یہاں ایسے معلوم ہوتا ہے کہ رفیق حسین نے انسان کو ہیرو بنا کر پیش کیا ہے۔ ایک ایسا انسان جو اپنے بیٹے کا بدلہ لینے ایک دیو ہیکل ہاتھی سے مقابلہ کرتا ہے۔ اور ایک شکاری کی رمز کو بھی پیش کیا ہے جو اپنے بیٹے کی لاش کے پاس جا کر اچھے سے مقابلہ کر نے پر اسے سراہتاہے ۔رفیق حسین نے اس افسانے میں ظالم طاقت کے سامنے انسانی جذبے کو سراہا ہے۔

بلی عام پالتو جانوروں میں سے ایک ہے۔ بلی کو انسان دوست کے طور پر جانا جاتا ہے۔بلی انسان سے محبت کا اظہار بھی کرتی ہے۔ بلی کی یادداشت بہت تیز ہوتی ہے۔وہ جس گھر میں رہتی ہے اس کا راستہ نہیں بھولتی چاہے اسے کتنی دور چھوڑ دیا جائے۔رفیق حسین کا افسانہ "شیریں فرہاد" دو بلیوں کے کردار پر مشتمل ہے۔ اس افسانے میں شیریں بلی ہے اور فرہاد بلا ہے ۔

بقول فردوس انور قاضی:

"رفیق حسین کا اسلوب دلچسپ ہے۔ تحریر میں پختگی ہے اور سب سے بڑی چیز جو انہیں افسانہ نگاری میں منفرد اور اہم مقام بخشتی ہے۔ وہ اردو افسانہ نگاری کو ایک نئے رجحان سے روشناس کرانا ہے۔"(11)

افسانہ شیریں فرہاد جہاں دو بلیوں کی عادات و خصائل کو بیان کرتا ہے۔ وہی انسان کی عادات کا بھی ترجمان ہے۔ اقبال اور فرہاد میں کوئی فرق نہیں وہ فرہاد بھوک کی جبلت کے ہاتھوں مجبور ہو کر شیریں کی جان لے لیتا ہے ۔جبکہ اقبال نسیمہ کی بیماری پر جنسی جبلت کے ہاتھوں مجبور ہو کر اسے دنیا کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتا ہے۔

گھوڑا ایک خوب صورت جانور ہے۔ انسان کے بعد گھوڑے کو سب سے زیادہ سمجھ دار جاندار مانا جاتا ہے۔قدیم زمانے سے ہی گھوڑے کو بطور پالتو جانور رکھا جاتا رہا ہے۔ ماہرین حیوانات کے مطابق چار ہزار ق م انسانوں نے گھوڑے کو ہی سب سے پہلے پالتو جانور بنایا تھا۔ گھوڑے جنگل میں بھی رہتے ہیں مگر زیادہ تر ان کا شمار پالتو ہی ہے۔ گھوڑا اپنے مالک سے بہت محبت کرتا ہے اور مالک سے وفاداری اس کی خاص عادت ہے۔ یہ اپنے مالک کی حفاظت بھی کرتا ہے۔ مالک کے سوا کسی غیر شخص کو اپنے اوپر سواری بھی نہیں کرنے دیتا،زمانہ قدیم سے لے کر اب تک گھوڑوں کوبطور خاص سواری کے استعمال کیا جاتا ہے۔

رفیق حسین کے افسانوی مجموعے آئینہ حیرت کا آٹھواں اور آخری افسانہ "بے زبان" گھوڑی کے مرکزی کردار کو پیش کرتا ہے ۔افسانہ لکھنو کے ایک سرکس کے مناظر سے شروع ہوتا ہے۔جہاں رفیق حسین انسانی کسمپرسی کا احوال بیان کرتے ہیں وہیں جانوروں اور انسانوں کی اندرونی جذبات کی بھی عکاسی کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ یوں لگتا ہے وہ انسان اور جانور کے رشتے کو سب سے اہم سمجھتے ہیں۔ جس طرح کوئی عاشق،معشوق کے لیے تڑپتا ہے اسی طرح عشق کی آگ میں انسان اور حیوان بھی تڑپتے ہیں۔ اور یہی وہ بات ہے کہ محبت جنس نہیں دیکھتی،وہ جذبات دیکھتی ہے۔یہی کچھ اس آخری افسانے میں بتایا گیا ہے۔

رفیق حسین کے افسانے پڑھ کر یوں لگتا ہے کہ جیسے وہ ماہر حیوانات ہیں،انھوں نے جس انداز سے اپنے افسانوں میں جانوروں کی عادات و نفسیات کو بیان کیا ہے یہ ان کے خاص مشاہدے کا نتیجہ ہے۔وہ حیوانوں کی اچھائیوں اور برائیوں کو بھی بیان کرتے ہیں۔ جس طرح انسانوں میں اچھائی اور برائی ہے اسی طرح جانوروں میں بھی یہ صفات پائی جاتی ہیں۔ جس طرح انسان قدرت کا قانون توڑنے پر گرفت میں آتا ہے اسی طرح جانور بھی اس کی سزا بھگتے ہیں۔ ان افسانوں میں وہ کچھ ہے جو ایک عام انسان جانوروں کے متعلق نہیں سوچتا،ہمارے ارد گرد سیکڑوں جانور موجود ہیں مگر ہم نے کبھی ان کی طرف اس طرح غور سے نہیں دیکھا جس طرح رفیق حسین نے دیکھا اور ہمیں سوچنے پر مجبور کیا ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.2 2024

رفیق حسین نے اپنے افسانوں میں حیوانات کے احساسات کو نہایت خوب صورتی سے پیش کیا ہے۔وہ حیوانات میں محبت،ماتا،خلوص،جذبہ ایثار و قربانی،وفاداری،رفاقت،تمام جذبات کی عکاسی کرتے ہیں۔ ہر افسانے میں انہوں نے جن جانوروں کو مرکزی کردار بنایا ان کی خاص نفسیات کو بھی پیش کیا ہے۔ رفیق حسین نے اردو افسانے میں منفرد راستہ اختیار کیا جو انھیں افسانوی دنیا میں امر کر گیا۔

رفیق حسین نے اگرچہ کم لکھا لیکن جو لکھا وہ منفرد لکھا ہے۔ اردو ادب میں ایسے افسانہ نگار کو فراموش نہیں کرنا چاہیے لیکن بد قسمتی سے ان کی طرف وہ توجہ نہیں کی گئی جس کے وہ مستحق تھے۔ حیوانی کرداروں کے پردے میں انھوں نے جو انسانی نفسیات کو بیان کیا یہی روایت انھیں اردو افسانے میں ہمیشہ زندہ و جاوید رکھے گی۔

حوالہ جات

ا۔ "فسانہ اکبر" میں انھوں نے اپنا سال پیدائش ۱۸۹۴ء لکھا ہے۔ڈاکٹر انوار احمد نے ان کا سال وفات ۱۹۴۶ء لکھا ہے۔

۲۔انوار احمد،ڈاکٹر،اردو افسانہ ایک صدی کا قصہ،ملتان کینٹ،کتاب نگر،۲۰۱۷،ص:۴۹۴

۳۔ایضاً

4۔انوار احمد،ڈاکٹر،اردو افسانہ ایک صدی کا قصہ،ملتان کینٹ،کتاب نگر،۲۰۱۷،ص:۴۹۷

5۔رفیق حسین،سید،آئینہ حیرت اور دوسری تحریریں،کراچی،سٹی پریس بک شاپ،۲۰۱۷،ص:۲۳

6۔رفیق حسین،سید،آئینہ حیرت اور دوسری تحریریں،کراچی،سٹی پریس بک شاپ،۲۰۱۷،ص:۲۶

7۔محمد بشیر،ابوالنور،عجائب الحیوانات،دہلی،فاروقیہ بک ڈپو،۲۰۰۵،ص:۴۳

8۔رفیق حسین،سید،آئینہ حیرت اور دوسری تحریریں،کراچی،سٹی پریس بک شاپ،۲۰۱۷،ص:۳۷

9۔ضمیر اختر نقوی،ڈاکٹر،میر انیس بحیثیت ماہر حیوانات،کراچی،مرکز علوم اسلامیہ،۲۰۱۰،ص:۲۷۲

10۔رفیق حسین،سید،آئینہ حیرت اور دوسری تحریریں،کراچی،سٹی پریس بک شاپ،۲۰۱۷،ص:۶۱

11۔فردوس انور قاضی،ڈاکٹر،اردو افسانہ نگاری کے رجحانات،لاہور،مکتبہ عالیہ،۱۹۹۰،ص:۴۳۳